❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت اللہ تعالیٰ
وقت 5-7 منٹ

زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝ (الفاتحہ:2-4)

تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔

معزز سامعین! آج کی تقریر کے عنوان کا یہ مصرع ”زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا“

حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی چھ اشعار پر مشتمل ایک مختصر سے منظوم کلام کے ایک شعر کا ہے۔ جو آپ نے جوانی میں زمانہ طالبِ علمی میں کہا تھا۔ مکمل شعر یوں ہے۔

زندہ خدا سے دل کو لگاتے تو خوب تھا
مُردہ بتوں سے جان چھڑاتے تو خوب تھا

ہر انسان کے بعض اوصاف ہوتے ہیں جو اُس کی زندگی کی پہچان بن جایا کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی خلافت کا نچوڑ اپنے اللہ اور اُس کی پیاری کتاب قرآن کریم سے پیار، محبت کرنا اور اِن سے عشق بڑھانا تھا۔ آپ کی تمام زندگی اور کردار میں اِس وصف کی جھلک نمایاں نظر آتی تھی۔ آپ کے خطبات، خطابات، تقاریر اور نجی میٹنگز و ملاقاتوں میں ان امور کی طرف آپ نصائح فرمایا کرتے تھے۔ اِسی نظم کے آخری شعر میں آپ اپنے آپ کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ

دُنیا کی کھیل کُود میں ناصر پڑے ہو کیوں
یادِ خدا میں دل کو لگاتے تو خوب تھا

(حیاتِ ناصر صفحہ 59-60)

سامعین! زندہ خدا سے زندہ تعلق کا مضمون وہ اہم مضمون ہے جو ہماری روشن تاریخ کا روحِ رواں ہے۔ بانیٔ جماعت حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے بھی جماعت کی بنیاد کے آغاز سے ہی اِس مضمون کے احبابِ جماعت کے دلوں میں اُجاگر کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

لوگو سُنو! کہ زندہ خدا وہ خدا نہیں
جس میں ہمیشہ عادتِ قُدرت نما نہیں

پھر فرمایا۔

قُدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اِس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ مَیں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خُدائی یہی تو ہے

الغرض ہماری جماعت کی ترقیات اور فتوحات کا انحصار ہی زندہ خدا پر توکّل، بھروسے اور زندہ تعلق پر ہے۔ جس کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفاء، احبابِ جماعت کو توجہ دلاتے رہے اور آج ہمارے موجودہ خلیفہ حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا جہاں اپنا تعلق اپنے زندہ خدا سے ہے وہاں احبابِ جماعت کو بار بار اِس زندہ تعلق کی طرف توجہ دلاتے رہے ہیں اور مسلسل تلقین کرتے چلے آرہے ہیں۔

سامعین! ہر نبی کی آمد سے قبل یہ زمین آسمانی پانی سے محرومی کے سبب روحانی اعتبار سے بالکل بنجر ہوچکی ہوتی ہے۔ ایک تاریک اندھیری رات چار سو پھیلی نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نور سے دور ہونے کے سبب ایک عالمگیر وبا کی طرح زمانے پر رات کا اندھیرا چھایا ہوتا ہے اور قوم دنیا سے پیار کر رہی ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگ زندہ خدا کو بھول چکے ہوئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے ابدی قانون کے مطابق اپنی مخلوق کی اصلاح کی خاطر اپنا نبی بھیجتا ہے تو پھر نور کا موسم آتا ہے اور زندہ خُدا سے زندہ تعلق قائم ہوتے ہیں۔ ایسا ہی روحانی اعتبار سے ایک روشن نظارہ سراج منیر اور آبِ زلال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے وقت دیکھنے کو ملا۔ جس کے نور کے جلوے میں دنیا نے ایک مرتبہ پھر زندہ خدا کا چہرہ دیکھا۔ وہ زندہ خدا جو مدتوں پہلے دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہوچکا تھا اب دوبارہ مومنوں کے دلوں اور دماغوں میں ظاہر ہوچکا تھا اور ان کے اعمال اور افعال اور روزمرہ معاملات میں اللہ ہی اللہ نظر آرہا تھا۔ ایک ایسا خدا جو ربّ، رحمان، رحیم، مالک یوم الدین اور ایسی ہی بے شمار خوبصورت صفات کا حامل خدا تھا۔ ایک زندہ خدا جو ہر دَور میں اپنے ان بندوں کی مدد اور نصرت کے لیے موجود ہوتا ہے جو اسے پکارتے ہیں۔ جو دعاؤں کو سنتا اور فریادوں کا جواب دیتا ہے۔ ایسا خدا اس وقت کے لوگوں نے بھلا کہاں دیکھا تھا؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”دنیا میں جس قدر قومیں ہیں کسی قوم نے ایسا خدا نہیں مانا، جو جواب دیتا ہو اور دعاؤں کو سنتا ہو۔ کیا ایک ہندو ایک پتھر کے سامنے بیٹھ کر یا درخت کے آگے کھڑا ہو کر یا بیل کے روبرو ہاتھ جوڑ کر کہہ سکتا ہے کہ میرا خدا ایسا ہے کہ مَیں اُس سے دعا کروں تو یہ مجھے جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے یسوع کو خدا مانا ہے۔ وہ میری دعا کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بولنے والا خدا صرف ایک ہی ہے جو اسلام کا خدا ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ جس نے کہا۔ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن:61) تم مجھے پکارو مَیں تم کو جواب دوں گا اور یہ بالکل سچی بات ہے۔ کوئی ہو جو ایک عرصہ تک سچی نیت اور صفائی قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہو۔ وہ مجاہدہ کرے اور دعاؤں میں لگا رہے۔ آخر اس کی دعاؤں کا جواب اُسے ضرور دیا جاوے گا۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 148)

پس یہ زندہ خدا ہی دراصل حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا تھا اور ہم خوش قسمت ہیں کہ یہی ہم سب کا خدا ہے جو اپنی قدرتوں سے اپنی ذات کے تازہ ثبوت مہیا کرتا ہے اور اس طریق پر دنیا اس کا چہرہ دیکھتی ہے۔ آج کے دَور میں یہی صدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور اُسوہ حسنہ پر چلتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے دی گئی کہ

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اَب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

لیکن افسوس کہ آپؑ کی دشمنی میں علمائے ظاہر اور شریر مخالفین نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اس عظیم الشان نعمت کا ہی انکار کر دیا اور نیست و نابود کر دیئے گئے۔ اُسی طرح جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کے مخالفین نے انکار کرکے سیلاب کی نذر ہوگئے اور آپ پر ایمان لانے والوں کی کشتی پار لگا دی گئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون اور ہامان رسوا کر دیے گئے اور آپؑ اپنے ساتھیوں سمیت عزت کے ساتھ سمندر پار کر گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ظالم عُتبہ، شیبہ، اُمیّہ اور ابوجہل جنگ کے میدانوں میں اپنی تکبر سے بھری گردنوں سے محروم کر دیے جاتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے عَلم بلند سے بلند تر کر دیے جاتے ہیں اور یہ سب انقلابات پیدا کرنے والی اصل طاقت اُس خدا کی ذات تھی جس کا یہ وعدہ تھا کہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلۃ:22) کہ یقیناً مَیں اور میرے رسول ہی غالب آئیں گے۔

سامعین! انبیاء دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نمائندے اور خلیفہ ہوتے ہیں۔ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم کے دروازے کھولنے والے ہوتے ہیں اُسی طرح نافرمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی قہری تجلی کی خبر بھی دیتے ہیں اِسی لیے جہاں ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن ایک طرف رحمۃٌ للعالمین کہتا ہے

وہیں آپ کو سورۃ الفرقان میں لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا بھی قرار دیتا ہے۔ پس ہر نبی کی زندگی میں یہ دونوں چشمے اپنی تمام تر شان کے ساتھ متوازی طور پر بہتے ہوئے نظر آتے ہیں جو دونوں ہی صورتوں میں خدا تعالیٰ کے وجود کو ظاہر کرنے کا باعث بنتے ہیں اور دنیا دیکھ لیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بولتا اور جواب دیتا ہے۔

ہمارے آقا و مولا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر طائف کے دوران اسلام کا پیغام پہنچانے پر قبیلے کے سرداروں نے نہ صرف انکار کیا بلکہ شہر کے اوباش بھی آپؐ کے پیچھے لگا دیے جو آپؐ کو پتھر مارنے لگے یہاں تک کہ آپؐ کے جوتے بھی خون سے بھر گئے۔ آپؐ نے اس موقع پر اپنے زندہ خدا کو ان الفاظ میں پکارا کہ

”اے خداوند! مَیں اپنے ضعف و ناتوانی، مصیبت اور پریشانی کا حال تیرے سوا کس سے کہوں؟ مجھ میں صبر کی طاقت تھوڑی رہ گئی ہے۔ مجھے اپنی مشکل کے حل کی کوئی تدبیر نظر نہیں آتی۔ تیرا نام اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ہے۔ تو رحم فرما! کیا تو مجھے دشمن کے حوالے کر دے گا جو مجھے تباہ و برباد کر دے۔“

(المعجم الکبیر لطبرانی جلد 11 صفحہ 174)

سامعین! اس دَرد میں ڈوبی دعا نے عرشِ الٰہی کو ہلا کر رکھ دیا۔ آپؐ نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو جبرائیلؑ کی آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی دعا کا جواب بھیجا ہے۔ ساتھ موجود مَلَکُ الجبال نے آپؐ کو سلام کیا اور کہا کہ اے محمدؐ! اگر آپ چاہیں تو مَیں سزا کے طور پر اِن دو پہاڑوں کو اس وادی پر گرا کر تباہ کر دوں۔ آپؐ نے فوراً فرمایا کہ نہیں نہیں! ایسا مت کرنا۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو خدائے واحد لاشریک کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

(بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکۃ)

یہ تھا اسلام کا زندہ خدا جو اپنے بندوں کی درد بھری فریادوں کو سنتا اور جواب دیتا ہے اور ان کے مخالفین پر گرفت بھی کرتا ہے۔ کبھی رحم کرتا ہے اور کبھی سزا بھی دیتا ہے جیسا کہ شاہِ فارس کسریٰ کو اس کی بے ادبی کی سزا دی گئی اور اُسے ہلاک کر دیا گیا جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی پیشگوئی فرما چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کر دے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تبلیغی خط بادشاہ فارس کسریٰ کو بھیجا جو اس مضمون پر مشتمل تھا کہ اللہ کے سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ مَیں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، کیونکہ مَیں تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ جب یہ خط کسریٰ کو پڑھ کر سنایا گیا تو اُس نے غصے میں آکر اسے پھاڑ دیا اور نہایت متکبرانہ انداز میں بولا کہ میری رعایا میں سے ایک حقیر غلام اپنا نام مجھ سے پہلے لکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کی جب خبر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ اس کی بادشاہت کو پارہ پارہ کر دے گا اور پھر وہی ہوا جو آپؐ نے فرمایا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد کسریٰ نے غصہ میں آکر اپنے یمن کے گورنر باذان کو لکھا کہ یہ شخص جو حجاز میں ہے اس کی طرف اپنے دو توانا اور مضبوط آدمی بھیج دو کہ وہ اُسے میرے پاس حاضر کریں۔ باذان نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دو آدمی منتخب کیے اور انہیں ایک خط دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روانہ کیا جس میں آپ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ کسریٰ کے دربار میں حاضر ہو جائیں۔ جب وہ مدینہ پہنچے اور آپؐ کے روبرو حاضر ہوئے تو آپؐ نے اُنہیں اگلے دن جواب دینے کا کہا۔ یہاں مدینہ میں جس وقت یہ معاملات چل رہے تھے، الٰہی تقدیر کسریٰ کو مٹانے کی تیاری کر چکی تھی۔ کسریٰ کے اپنے گھر کے اندر سے اس کے خلاف بغاوت کا ایک زبردست طوفان اُٹھ کر باہر آرہا تھا جس کے نتیجے میں عین اُسی روز کسریٰ کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کو قتل کر کے خود بادشاہ بن بیٹھا اور اُس نے اپنے باپ کے تمام ظالمانہ احکامات کو بھی منسوخ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کا علم وحی کے ذریعہ دے دیا۔ جب صبح ہوئی اور دونوں فارسی نمائندے حاضر ہوئے تو آپؐ نے انہیں اس واقعے کی خبر دی اور کہا کہ واپس چلے جاؤ اور اپنے گورنر کو بتا دو کہ میرے خدا نے کل رات تمہارے خدا کو قتل کر دیا ہے۔ وہ دونوں نمائندے یہ بات سن کر ششدر رہ گئے اور مدینہ سے روانہ ہو کر گورنر باذان کے پاس پہنچے اور اُسے ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ مشورہ کے بعد انتظار کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور تھوڑے ہی دن کے بعد ایک خط آیا کہ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے اور اب وہ نیا بادشاہ ہے۔ شیرویہ نے اپنے اس خط میں یہ بھی ہدایت کی تھی کہ جس شخص کے بارے میں میرے والد نے تمہیں لکھا تھا اُسے تا حکم ثانی گرفتار نہیں کرنا۔ چنانچہ اس واقعے کی وجہ سے باذان اور اس کے ساتھی جو یمن میں موجود تھے مسلمان ہو گئے۔

(بخاری کتاب المغازی باب کتاب النبی الی کسریٰ)

پیارے دوستو! ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیتُ اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی بھی صحن کعبہ میں ہی مجلس لگائے بیٹھے تھے۔ ان بدبختوں میں کسی نے یہ مشورہ دیا کہ فلاں محلہ میں جو اونٹنی ذبح ہوئی ہے کوئی جائے اور اس کی آلائشیں اٹھالائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ میں جائیں تو اُن کی پشت پر رکھ دے۔ اُن میں سے ایک بدبخت عُقبہ بن ابی مُعیط اٹھا اور اونٹنی کی سب آلائشیں اٹھالایا اور جونہی آپؐ سجدہ میں گئے اُس نے غلاظت بھرا وہ بوجھ آپؐ کی پُشت پر رکھ دیا اور سب مخالفین اس نظارے کو دیکھ کر ہنسنے لگے۔ آپؐ نے جب سجدے سے سر اٹھایا تو ان دشمنوں کے حق میں اپنے اللہ سے یہ فریاد کی اَللّٰھُمَّ عَلَیْکَ بِقُرَیْشٍ۔ اے اللہ! ان قریش سے تو خود بدلہ لے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مخالفین کا یہ عبرت ناک انجام خود دیکھا کہ میدان بدر میں ان کی لاشیں اس حال میں پڑی تھیں کہ ان کے حلیے بگڑ چکے تھے۔

(بخاری کتاب الجہاد)

وہ زندہ خدا کبھی اپنی قدرت اور طاقت کے رنگ معجزانہ واقعات کے اظہار سے بھی دکھاتا ہے جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا تھا۔

سامعین! اِسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پیارے صحابی حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جنگ اُحد میں شہید ہوگئے تھے اور ان کے ذمہ یہودی تاجروں کا کچھ قرض تھا جس کا وہ حضرت جابرؓ سے بڑی سختی سے مطالبہ کررہے تھے۔ یہاں تک کہ اُن کے تقاضوں سے تنگ آکر حضرت جابرؓ نے اِن کو قرض کے عوض یہ پیشکش بھی کردی کہ اگر وہ چاہیں تو اس سال ان کے باغ کا تمام پھل لے کر قرض سے بَری الذمہ قرار دے دیں۔ لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش کے باوجود ایسا کرنے سے صاف انکار کردیا۔ اِس پر رسول کریمؐ نے باغ میں تشریف لے جاکر دعا کی۔ اِس دعا کی برکت سے کھجور کا اتنا پھل ہوا کہ قرض ادا کرکے بھی نصف کے قریب پھل بچ گیا۔

(بخاری کتاب المغازی)

مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد زندہ خدا سے دوری کے سبب ان واقعات کو محض ماضی کی داستانیں خیال کر بیٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھول گئی ہے کہ تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا امت مسلمہ پر یہ احسان بہت ہی بڑا ہے کہ آپؑ نے اس دَورِ آخرین میں ایک مرتبہ پھر اوّلین کے اس خدا سے تعلق قائم کرکے اس پیارے خدا کا چہرہ پھر سے دنیا کو دکھا دیا اور یہ ثابت کردیا کہ اس کائنات کا خالق ومالک وہی ایک خدا ہے جو پہلے تمام انبیاء کا بھی خدا تھا اور اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ اگر وہ عاد اور ثمود اور دیگر اقوام عالم کو تباہ کرسکتا ہے۔ طوفان اور زلزلے ظاہر کرسکتا ہے، زمین کو زیروزبر کرسکتا ہے تو اس میں یہ طاقت آج بھی موجود ہے۔

ماسٹر محمد نذیر احمد خان صاحب متوطن نادون ضلع کانگڑہ بیان کرتے ہیں کہ مَیں امتحان انٹرنس کے بعد دھرم سالہ میں ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں بطور محرر بیٹھا ریویو آف ریلیجنز کا پرچہ دیکھ رہا تھا کہ دھرم سالہ کے ڈسٹرکٹ بورڈ کے ہیڈ کلرک پنڈت مولارام کی نظر ریویو آف ریلیجنز پر پڑی تو اُس نے حیران ہوکر مجھ سے احمدی ہونے کا پوچھا؟ مَیں نے کہا ہاں مَیں احمدی ہوں۔ اُس نے کہا تو پھر مَیں آپ کو ایک واقعہ سناتا ہوں جو حضرت مرزا صاحب کے ساتھ میرا گزرا ہے۔ مَیں نے مرزا صاحب کے ساتھ بعض مذہبی مسائل میں خط وکتابت شروع کی۔ اس خط وکتابت کے دوران حضرت مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ پنڈت صاحب! مَیں دیکھتا ہوں کہ خدا کا غضب آسمان پر بھڑک رہا ہے اور اُس کا عذاب سالوں میں نہیں، مہینوں میں نہیں، دِنوں میں نہیں، گھنٹوں میں نہیں، منٹوں میں نہیں بلکہ سیکنڈوں میں زمین پر نازل ہونے والا ہے۔ ان الفاظ کو پڑھ کر مجھ پر بہت اثر ہوا اور مَیں نے دل میں کہا کہ خواہ کچھ بھی ہو مرزا صاحب ایک نیک آدمی ہیں ان کی بات یونہی رائیگاں نہیں جاسکتی۔ چنانچہ مَیں ہر لحظہ اسی انتظار میں تھا کہ دیکھیے! اب کیا ہوتا ہے اور مَیں نے اسی خیال میں اس رات کو سوتے ہوئے مرزا صاحب کا یہ خط اپنے سرہانے کے نیچے رکھ لیا۔ صبح اچانک زلزلے کا ایک سخت دھکا آیا اور اس کے بعد پیہم اس طرح دھکوں کا سلسلہ شروع ہوا کہ میرے دیکھتے دیکھتے آناً فاناً دھرم سالہ کی تمام عمارتیں ریزہ ریزہ ہوکر خاک میں مل گئیں۔ اُس وقت حضرت مرزا صاحب کے اس خط کا مضمون میری آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا اور میرے منہ سے بے اختیار نکل رہا تھا کہ واقعی یہ دنوں اور گھنٹوں اور منٹوں کا عذاب نہیں بلکہ سیکنڈوں کا عذاب ہے۔ جس نے ایک آن کی آن میں تمام شہر کو خاک میں ملا دیا ہے اور اس کے بعد مَیں حضرت مرزا صاحب کا بہت معتقد ہوگیا اور مَیں اُن کو ایک واقعی خدارسیدہ انسان اور مصلح سمجھتا ہوں۔

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ دوم صفحہ 307 روایت 335)

سامعین! حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ
"اُن کے چچا چوہدری شیر محمد صاحب مرحوم بیان کرتے تھے کہ شروع شروع میں جب حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ قرآن شریف کا درس دیا کرتے تھے تو کبھی کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اُن کا درس سننے کے لئے تشریف لے جاتے تھے اور بعض اوقات کچھ فرمایا بھی کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ جب حضرت مولوی صاحبؓ درس دے رہے تھے تو ان آیات کی تفسیر میں جن میں جنگ بدر کے وقت فرشتوں کی فوج کے نازل ہونے کا ذکر آتا ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کچھ تاویل کرنے لگے کہ اس سے روحانی رنگ میں قلوب کی تقویت مراد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سُنا تو فرمانے لگے کہ اس تاویل کی ضرورت نہیں۔ اس وقت واقعی مسلمانوں کو فرشتے نظر آئے تھے اور کشفی حالات میں ایسا ہو جاتا ہے کہ صاحبِ کشف کے علاوہ دوسرے لوگ بھی کشفی نظارہ میں شریک ہو جاتے ہیں۔ پس اس موقعہ پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کشفی نظارہ میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو شامل کر لیا تا کہ ان کے دل مضبوط ہو جائیں۔"

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ دوم صفحہ 342 روایت 375)

ایسے زندہ خدا کی شناخت کے لیے اب ایک معجزے کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت میاں عبد اللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چند مہمانوں کی دعوت کی اور اِن کے واسطے گھر میں کھانا تیار کروایا مگر عین جس وقت کھانے کا وقت آیا اتنے ہی اور مہمان آگئے اور مسجد مبارک مہمانوں سے بھر گئی۔ حضرت صاحب نے اندر کہلا بھیجا کہ اَور مہمان آگئے ہیں کھانا زیادہ بھجوائیں۔ اس پر بیوی صاحبہ نے حضرت صاحب کو اندر بلوا بھیجا اور کہا کہ کھانا تو تھوڑا ہے۔ صرف ان چند مہمانوں کے مطابق پکایا گیا تھا۔ جن کے واسطے آپؑ نے کہا تھا مگر شاید باقی کھانے کا تو کچھ کھینچ تان کر انتظام ہو سکے گا لیکن زردہ تو بہت ہی تھوڑا ہے اس کا کیا کیا جاوے۔ میرا خیال ہے کہ زردہ بھجواتی ہی نہیں باقی کھانا نکال دیتی ہوں۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ نہیں! یہ مناسب نہیں۔ تم زردہ کا برتن میرے پاس لاؤ چنانچہ حضرت صاحب نے اِس برتن پر رومال ڈھانک دیا اور پھر رومال کے نیچے اپنا ہاتھ گزار کر اپنی انگلیاں زردہ میں داخل کر دیں اور پھر کہا اب تم سب کے واسطے کھانا نکالو خدا برکت دے گا۔ چنانچہ میاں عبد اللہ صاحب کہتے ہیں کہ زردہ سب کے واسطے آیا اور سب نے کھایا اور پھر کچھ بچ بھی گیا۔

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ اول صفحہ 133 روایت 144)

سامعین! ماسٹر قادر بخش صاحب لدھیانوی نے بیان کیا کہ آتھم کی پندرہ ماہی میعاد کے دنوں میں لدھیانہ میں لوئیس صاحب ڈسٹرکٹ جج تھا۔ آتھم چونکہ لوئیس صاحب کا داماد تھا اس لیے لدھیانہ میں لوئیس صاحب کی کوٹھی پر آکر ٹھہرا کرتا تھا۔ ایک دفعہ دوران میعاد میں آتھم لدھیانہ میں آیا۔ ان دنوں میں میرا ایک غریب غیر احمدی رشتہ دار لوئیس صاحب کے پاس نوکر تھا اور آتھم کے کمرے کا پنکھا کھینچا کرتا تھا۔ ایک دن مَیں نے اس سے پوچھا کہ تم آتھم کا پنکھا کھینچا کرتے ہو۔ کبھی اس کے ساتھ کوئی بات بھی کی ہے۔ اس نے کہا صاحب (یعنی آتھم) رات کو روتا رہتا ہے۔ چنانچہ اس پر مَیں نے ایک دفعہ صاحب سے پوچھا تھا کہ آپ روتے کیوں رہتے ہیں تو صاحب نے کہا تھا کہ مجھے تلواروں والے نظر آتے ہیں۔ مَیں نے کہا تو پھر آپ ان کو پکڑوا کیوں نہیں دیتے۔ صاحب نے کہا وہ صرف مجھے ہی نظر آتے ہیں اَور کسی کو نظر نہیں آتے۔

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ اول صفحہ 169 روایت 175)

حاضرین! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کا دشمن اور آریہ مَت کا ایک شوخ اور انتہائی بے باک لیڈر لیکھرام 6، مارچ 1897ء کو عبرت ناک انجام سے دوچار ہوا تو آریوں نے بڑی شدت سے الزام لگایا کہ لیکھرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سازش کے نتیجہ میں قتل کیا گیا ہے اور اس قتل کا بدلہ لینے کے لیے خفیہ اور اعلانیہ کارروائیاں شروع کر دیں۔ آریہ سماجیوں کے جذبات مشتعل دیکھ کر حکومت بھی حرکت میں آگئی اور اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر کی مکمل تلاشی بھی لی گئی۔ یہ 8، اپریل 1897ء کا واقعہ ہے۔ پولیس کا جو وفد تلاشی لینے کے لیے آیا تھا اُن میں ایک میاں محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ بھی شامل تھا۔ یہ گوجرانوالہ کا باشندہ تھا جو بٹالہ تھانے میں متعین ہوا۔ اس وفد نے دار المسیح کے سب کمروں کی تلاشی لی اور ٹرنک کھول کر اپنا اطمینان کیا۔ دوران تلاشی میاں محمد بخش کی ایک زیادتی پر حضورؑ نے فرمایا آپ تو اس طرح مخالفت کرتے ہیں مگر آپ کی اولاد میرے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو جائے گی۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 172)

بعد ازاں میاں محمد بخش نے یکم دسمبر 1898ء کو ڈپٹی کمشنر گورداسپور جی ایم ڈوئی کو رپورٹ بھجوائی کہ مرزا غلام احمد کے اشتہارات اور پیشگوئیوں سے نقص امن کا خطرہ ہے، چنانچہ اس کی رپورٹ اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی درخواست پر مقدمہ درج ہوا۔ 11، جنوری 1899ء کو گورداسپور کی عدالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اور میاں محمد بخش کے بیانات بھی ہوئے۔ مگر عدالت نے 24، فروری 1899ء کو یہ مقدمہ خارج کر دیا۔ حضرت امام الدین صاحب پٹواری اس مقدمہ کے دوران ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

اس موقعہ پر مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ حضور! محمد بخش تھانیدار کہتا ہے کہ آگے تو مرزا مقدمات سے بچ کر نکل جاتا رہا ہے۔ اب میرا ہاتھ دیکھے گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ میاں امام الدین! اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی میں سخت درد شروع ہو گئی۔ اور وہ اس درد سے تڑپتا تھا اور آخر اسی نامعلوم بیماری میں وہ دنیا سے گزر گیا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 543-544)

میاں محمد بخش کے بیٹے حضرت شیخ نیاز محمد صاحب جو اس پیشگوئی کے مطابق حضور کی زندگی میں ہی احمدی ہو گئے تھے ان کا بیان ہے کہ 1901ء کے آخر میں ان کے والد صاحب کو ہاتھ میں کاربنکل کا پھوڑا نکلا جو مہلک ثابت ہوا۔ بیماری کے ایام میں انہوں نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ تندرست ہونے کے بعد حضرت اقدس کی بیعت میں داخل ہو جائیں گے۔ مگر زندگی نے وفا نہ کی اور وہ 3، مارچ 1902ء کو فوت ہو گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد 17 صفحہ 172)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے جبکہ مَیں سیالکوٹ میں تھا۔ ایک دن بارش ہو رہی تھی۔ جس کمرہ کے اندر میں بیٹھا ہوا تھا اس میں بجلی آئی۔ سارا کمرہ دھوئیں کی طرح ہو گیا اور گندھک کی سی بو آتی تھی لیکن ہمیں کچھ ضرر نہ پہنچا۔ اُسی وقت وہ بجلی ایک مندر میں گری جو کہ تیجا سنگھ کا مندر تھا اور اُس میں ہندوؤں کی رسم کے موافق طواف کے واسطے پیچ در پیچ اِرد گرد دیوار بنی ہوئی تھی اور اندر ایک شخص بیٹھا تھا۔ بجلی تمام چکروں میں سے ہو کر اندر جا کر اُس پر گری اور وہ جل کر کوئلہ کی طرح سیاہ ہو گیا۔ دیکھو! وہی بجلی آگ تھی جس نے اس کو جلا دیا مگر ہم کو کچھ ضرر نہ دے سکی کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہماری حفاظت کی۔ ایسا ہی سیالکوٹ کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ رات میں ایک مکان کی دوسری منزل پر سویا ہوا تھا اور اسی کمرہ میں میرے ساتھ پندرہ یا سولہ آدمی اَور بھی تھے۔ رات کے وقت شہتیر میں ٹک ٹک کی آواز آئی۔ مَیں نے آدمیوں کو جگایا کہ شہتیر خوفناک معلوم ہوتا ہے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ کوئی چوہا ہو گا خوف کی بات نہیں اور یہ کہہ کر سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ویسی آواز آئی تب مَیں نے ان کو دوبارہ جگایا مگر پھر بھی انہوں نے کچھ پروا نہ کی۔ پھر تیسری بار شہتیر سے آواز آئی تب مَیں نے اِن کو سختی سے اُٹھایا اور سب کو مکان سے باہر نکالا اور جب سب نکل گئے تو خود بھی وہاں سے نکلا۔ ابھی دوسرے زینہ پر تھا کہ وہ چھت نیچے گری اور وہ دوسری چھت کو ساتھ لے کر نیچے جا پڑی اور سب بچ گئے۔"

(سیرت المہدی جلد 1 حصہ اول صفحہ 216 روایت 236)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یاد رہے کہ بندہ تو حُسن معاملہ دکھلا کر اپنے صدق سے بھری ہوئی محبت ظاہر کرتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ اس کے مقابلہ پر حد ہی کر دیتا ہے۔ اس کی تیز رفتار کے مقابل پر برق کی طرح اس کی طرف دوڑتا چلا آتا ہے اور زمین اور آسمان سے اس کے لئے نشان ظاہر کرتا ہے اور اس کے دوستوں کا دوست اور اس کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے اور اگر پچاس کروڑ انسان بھی اِس کی مخالفت پر کھڑا ہو تو اُن کو ایسا ذلیل اور بے دست و پا کر دیتا ہے جیسا کہ ایک مرا ہوا کیڑا اور محض ایک شخص کی خاطر کے لئے ایک دنیا کو ہلاک کر دیتا ہے اور اپنی زمین و آسمان کو اس کے خادم بنا دیتا ہے اور اس کی کلام میں برکت ڈال دیتا ہے اور اس کی تمام در و دیوار پر نور کی بارش کرتا ہے اور اُس کی پوشاک میں اور اُس کی خوراک میں اور اُس مٹی میں بھی جس پر اس کا قدم پڑتا ہے ایک برکت رکھ دیتا ہے اور اُس کو نامراد ہلاک نہیں کرتا۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 225)

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس زندہ خدا کو پہچاننے اور اس سے زندہ تعلق قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرم فرید احمد نوید صاحب آف گھانا کی ایک تحریر سے مدد لی گئی ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

✿✿✿✿